

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب
مفتی اعظم پاکستان - صدر دارالعلوم کراچی



میری علمی و مطالعاتی زندگی



اور دین کے اعتبار سے پورے ملک میں بلکہ شاید پوری دنیا میں ایک امتیازی مقام رکھتا تھا۔ یعنی دیوبند۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ ایسے راسخ العلم محقق علماء کو جمع فرما دیا تھا۔ جو علم کے ساتھ عمل اور تحقیق کے ساتھ اعتدال اور بلند نظری کیساتھ اپنے زمانے کے حالات پر گہری نظر رکھنے والے تھے، وہ علماء ربانی صرف علماء نہیں۔ اولیاء اللہ بھی تھے، والد ماجد اسی دارالعلوم میں علمی و علمی تربیت پا کر اس کے مدرس کی حیثیت میں تھے۔

قدرت نے اس سوال کی زحمت ہی سے بچا دیا کہ بچے کو تعلیم کے لئے کہاں بھیجیں۔ جب تک پڑھنے کے قابل نہ تھا۔ اس وقت بھی دارالعلوم کا صحن میرے کھیلنے کی جگہ تھی۔ ہر طرف علماء صلحاء ہی پر نظر پڑتی تھی۔ کوئی بھی اہل سنت کاں میں پڑتی تو انہی بزرگوں کی۔

۱۳۲۰ء میں جبکہ عمر کا ساواں سال تھا۔ باقاعدہ تعلیم شروع ہوئی اور ۱۳۶۲ء تک اسی گہوارہ علم و عمل میں رہنے کی توفیق ملی۔ میری علمی و علمی زندگی کے

کرم فرمائے محترم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ نے مجھ ناکارہ کی علمی زندگی کے بارہ میں کچھ سوالات کیے ہیں۔ میں علم و عمل سے تہی دامن اسکا جواب کیا دوں یہ خود ایک مسئلہ بنا ہوا تھا جسکی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی۔ آپ نے مولوی محمد تقی سلمہ کو مستط فرما دیا جو جواب کے لئے یاد دہانی کیساتھ تاکید بھی کرتے رہے۔ آج مجبور ہو کر یہ دستور لکھ رہا ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ میں اپنی علمی اور علمی زندگی کے جس باب اور جس پہلو پر نظر ڈالتا ہوں سب کوتاہیوں اور لغزشوں اور غفلتوں سے لبریز نظر آتے ہیں۔ ان حالات میں میں دوسروں کو کیا بتاؤں۔

اللہ تعالیٰ کے انعامات اس ناکارہ پر بے حد و بے شمار ہوئے ان میں سب سے بڑا احسان یہ کہ اس نے ایک ایسے گھرانہ میں پیدا کر دیا جو اسلام و ایمان اور اس کے ساتھ دینداری میں معروف تھا۔

جب سے ہوش سنبھالا دین کی باتیں بزرگوں کی حکایتیں کان میں پڑتی رہیں۔ اس کے بعد سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے ایک ایسی جگہ پیدا فرما دیا جو علم

کسی گوشہ میں کوئی نیزہ چلو رہا ہے تو وہ سب ان بزرگوں کا فیض نظر ہے۔ میرا اپنا کچھ نہیں، عام مسلمانوں اور طلباء و علما کیلئے کچھ مفید باتیں اور کلمات حکمت

سوالنامہ

۱۔ آپ کو علمی زندگی میں کن کتابوں اور مصنفین نے متاثر کیا اور آپ کی محسن کتابوں نے آپ پر کیا نقوش چھوڑے؟
۲۔ ایسے کتابوں اور مصنفین کی خصوصیت

۳۔ کن بھلائی اور برکت ہے آپ کو شغف رہا۔ موجودہ صحافت میں کون سے برائے آپ کے معیار پر پورے نہ اترتے ہیں؟

۴۔ آپ نے تعلیمی زندگی میں کن اساتذہ اور درسگاہوں سے خاص اثرات لئے، ایسے اساتذہ اور درسگاہوں کے امتیازی اوصاف جن سے طلباء کی تعمیر و تربیت میں مدد ملی۔

۵۔ اس وقت عالم اسلام کو جن جدید مسائل اور حوادث و فوژنل کا سامنا ہے، اس کے لئے قدیم یا معاصر اہل علم میں سے کن حضرات کی تصانیف کا رآمد اور مزید ثابت ہو سکتی ہیں؟

انہی بزرگوں سے سنے سنائے ہیں جن کو اپنے لئے بھی سرمایہ سعادت سمجھتا ہوں۔ اور دوسرے اہل علم دوستوں کو بھی ان کا پہنچانا مفید سمجھ کر لکھتا ہوں۔ اسکی معافی چاہتا ہوں کہ آپ کے سوالات کی ترتیب پر اس کے جوابات نہیں، مگر امید ہے کہ مقصد سوالات پر نظر کی جائے تو اس میں ان کے کافی جواب ملیں گے۔
مطالعہ کتب | اصل یہ ہے کہ انسان کا معلم

در حقیقت انسان ہی ہو سکتا ہے، کوئی کتاب خود معلم نہیں ہوتی، البتہ تعلیم و تعلم میں معین ضرور ہوتی ہے۔ اس لئے اصول کی بات یہ ہے کہ جس علم و فن کو حاصل کرنا مقصود ہو اس کا ماہر فن استاد تلاش کیا جائے۔ اور جب وہ مل جائے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت سمجھ کر اس سے اکتساب علم میں مشغول ہو کسی کتاب کا مطالعہ بھی کیا جائے تو اسی معلم کی تجویز سے، تاکہ وہ اس کی استعداد اور ضرورت پر نظر رکھے اس کے لئے مطالعہ کی کتابیں تجویز کرے۔ خود رائی سے مختلف کتابوں کا مطالعہ وقت اور محنت بہت سے گا، فائدہ اتنا نہیں ہوگا۔ آجکل مدارس عربیہ میں استاد

۶۔ علمی، فکری اور دینی محاذوں پر کئی نئے تحریکی، الحادی اور نجدی رنگ میں (مثلاً انکار حدیث، عقلیت، اجسیت، تجدد، مغربیت، نادانییت، ادماؤد نزم) صرف ہیں۔ ان کی سنجیدہ علمی اعتبار میں کوئی کتابیں حق کے متلاشی نوجوان ذہن کی رہنمائی کر سکتی ہیں؟

۷۔ موجود سائنسی اور معاشی مسائل میں کوئی کتابیں اسلام کی صحیح ترجمانی کرتی ہیں۔

۸۔ مدارس عربیہ کے موجودہ نصاب اور نظام میں وہ کونسی تبدیلیاں ہیں جو اسے موثر اور مفید تر بنا سکتی ہیں۔

امید ہے اپنے مفید خیالات سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

کا انتخاب طالب علم خود نہیں کر سکتا تو طالب علم کم از کم یہی کر سکے کہ ایسے مدرسہ کا انتخاب کرے جہاں وہ کتابیں جو اسکو پڑھنا ہیں ان کے ماہر اساتذہ کے سپرد ہوں۔ پھر جس استاد کو اپنے مطلوب فن میں زیادہ ماہر سمجھے اس سے استفادہ کا سلسلہ قائم کرے خواہ سبق اس کے پاس ہو یا نہ ہو۔

۲۔ اس زمانہ میں تصنیف تالیف کتابوں کی اشاعت اتنی عام ہے کہ احاطہ دشوار ہے۔ ہر اہل و نا اہل تصنیف میں لگا ہوا ہے۔ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو قرآن و سنت میں تخریف کرتے ہیں۔ اور بے دین و مہذب بھی ہیں۔ اس لئے اس زمانے میں کتابوں کے مطالعہ کیلئے مناسب صورت یہ ہے کہ عوام کسی عالم سے اپنے مناسب حال کتابیں مطالعہ کی تجویز کیا کریں۔ اور طلباء اپنے اساتذہ سے۔ اور جہاں مطالعہ میں کوئی اشکال پیش آئے اسکو اپنی رائے سے طے نہ کریں، بلکہ عوام علماء سے اور طلباء اساتذہ سے تحقیق کر کے رفع کریں۔

اگر یہ طریق اختیار نہ کیا گیا تو بیشتر کتابیں دیکھنے اور بڑی محنت کرنے کے بعد کچھ علم آئے گا وہ بھی قابل اطمینان و اعتماد نہیں ہوگا۔

۳۔ جس کتاب کا مطالعہ کرنا ہو پہلے اس کے مصنف کا حال معلوم کیجئے کہ جس موضوع پر یہ کتاب ہے اس فن میں مصنف کی مہارت

کس حد تک ہے۔ اگر مصنف ہی کی مہارت فن کی تحقیق نہ ہو تو اپنے وقت اور محنت کو اس کے پیچھے ضائع نہ کریں۔ اور اگر کتاب دنیات سے متعلق ہے تو مصنف کے علمی مقام کے ساتھ اس کی علمی اور اخلاقی زندگی کی بھی تحقیق مناسب ہے۔ کیونکہ تجربہ شاہد ہے کہ علوم دین میں بے عمل آدمی کی تصنیف اور کلام میں وہ اثر نہیں ہوتا جو مستحق علماء کی تصانیف میں ہے۔

۴۔ عام مسلمان جو دین کا کافی علم نہ رکھتے ہوں وہ فرق باطلہ کی کتابیں اور ملحدین اور بے دین لوگوں کے مضامین ہرگز نہ دیکھیں کہ جس طرح بے دینوں کی محالست اور صحبت بڑا اثر ڈالتی ہے اسی طرح ان کا کلام اور تصنیف بھی بلکہ بعض اوقات اس کا اثر صحبت و محالست سے بھی زیادہ مضر ہوتا ہے۔

۵۔ اہل علم میں بھی صرف وہ حضرات ملحدین اور فرق باطلہ کی کتابوں کا مطالعہ کریں جنکو ماہر اساتذہ کی صحبت سے علم میں رسوخ حاصل ہو چکا ہے۔ اور وہ اپنے وسائل کے اعتبار سے دفاع عن الاسلام کی خدمت انجام دینے کی صلاحیت بھی رکھتے ہوں۔ مثلاً تحریر، تقریر اس درجہ میں ہو کہ حق بات کو دلنشیں انداز میں فریق مخالف کے نفسیات پر موثر کر کے بیان کر سکیں۔ جو لوگ یا اتنی استعداد نہیں رکھتے۔ یا ان کو ایسے لوگوں سے سابقہ نہیں پڑتا، وہ فضول اپنا وقت اور محنت ان کتابوں کے مطالعہ

میں صرف کرنیکی بجائے ان کتابوں کا مطالعہ کریں
 جو اپنے لئے بھی اصلاح نفس کا ذریعہ بنیں اور
 دوسرے مسلمانوں کو بھی ان کی تعلیم و تبلیغ مفید ہو۔
 ہمارے اکابر فرمایا کرتے تھے کہ درس
 نظامی سے فراغت کا حاصل اتنا ہے کہ اس کے
 فاضل میں مطالعہ کی ایسی استعداد پیدا ہوگئی ہے کہ
 استاد کی مدد کے بغیر بھی مطالعہ کر کے استفادہ
 صحیح کر سکتا ہے۔ یہ نہیں کہ ضرورت کے سب علوم
 اور سب معلومات درس نظامی میں پورے حاصل
 ہو چکے یہ ایک ایسی بات ہے جو اکثر درس نظامی
 کے فارغ التحصیل لوگ نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اس
 لئے ایک عالم کے شایان شان خدمت میں
 کامیاب نہیں ہوتے۔ ایسے علوم میں خصوصیت
 سے تاریخ، جغرافیہ اور تصوف ہے۔ جو درس
 نظامی میں درسا نہیں پڑھائے جاتے لیکن درس
 نظامی کی صحیح استعداد پیدا کر لینے والا انکو مطالعہ
 کے اسی طرح سمجھ سکتا ہے۔ اس ضروری ہے
 کہ مدارس سے فارغ التحصیل حضرات ان فنون
 کا مطالعہ اہتمام سے کریں۔ خصوصاً تصوف یعنی
 اصلاح نفس سے متعلق کتابوں کے مطالعہ کو وظیفہ
 زندگی بنائیں جس کے بغیر علم دین کا مقصد حاصل
 ہوتا ہے۔ نہ تعلیم و تبلیغ میں برکت پیدا ہوتی ہے۔
 اس معاملہ میں امام غزالیؒ کی کتابیں عموماً اور بالخصوص
 بیاتہ البیہ، تعلیم دین، فاتحہ العلوم اور احیاء العلوم
 کی جلد رائج، علامہ ابن قیم کی کتاب

الجواب الکافی عن الدوام الثانی، اور کتب متقدمین
 میں سے رسالہ قشیریہ اور عوارف المعارف وغیرہ
 اور آخری دور میں حکیم الامت سیدی حضرت مولانا
 اشرف علی تھانوی کی تصانیف تعلیم الدین، التشریف
 قصد السبیل، امثال الاقوال وغیرہ اور آپ کے مطبوعہ
 موعظ و ملفوظات اس معاملہ میں اکسیر ثابت ہوئے
 ہیں۔

رہا معاملہ موجودہ نصاب مدارس میں اصلاح و
 ترمیم کا تو اس کے لئے انفرادی رائیوں کی اشاعت
 شاید مفید نہ ہو۔ یہ کام مدارس عربیہ کے ذمہ داروں
 کے اشتراک اور باہمی بحث و تمحیص کے بعد ہی
 کوئی مفید صورت اختیار کر سکتا جس سے مدارس
 عربیہ کے نصاب میں ہم آہنگی اور اشتراک باقی رہے۔
 آپ کے سوالات میں سے ایک سوال یہ
 بھی تھا کہ "آپ نے تعلیمی زندگی میں کن اساتذہ
 اور درسگاہوں سے خاص اثرات لئے، ایسے
 اساتذہ اور درسگاہوں کے امتیازی اوصاف۔"

اس میں جہاں تک درسگاہوں کا تعلق ہے وہ اوپر
 عرض کر چکا ہوں کہ صرف ایک درسگاہ دارالعلوم دیوبند
 میں بچپن سے پچپن تک عمر گزاری ہے اس کی
 خصوصیات محتاج بیان نہیں۔ ہندوستان و پاکستان
 میں اور بیرونی ممالک میں بھی اسکی علمی ساکھ ہمیشہ ستم
 رہی ہے اور جس چیز نے اسکو دنیا کی دوسری درسگاہوں
 سے ممتاز کیا وہ علم کے ساتھ عمل کی جامعیت ہے۔
 میرے والد ماجد مولانا محمد حسین صاحب فرماتے تھے

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور دوسرے طبقہ میں حضرت مولانا اعجاز علی صاحب حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب حضرت مولانا رسول خاں صاحب جیسے اساطین امت بزرگوں کے امتیازی اوصاف پر قلم اٹھاؤں تو سمندر کو تیراکی کے ذریعہ پار کرنے کی مثال سے کیا کم ہوگی۔ اس وقت تو بس اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ ع آفتاب آمد دلیل آفتاب اور یہ کہ ۔

تولائے مرداں، یک ماگ بوم
براگینتم خاطر از شام و روم

اور یہ کہ ۔

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است
رقم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است

اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کی معیت آخرت میں نصیب فرمادیں۔ وما خلد علی اللہ بعزیز۔ ★

★ میری علمی و مطالعاتی زندگی کے زیر عنوان اگلے شمارہ میں عالم اسلام کی ممتاز علمی دینی اور ادبی شخصیت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کا طویل بیان ملاحظہ فرمائیں۔

★ مضمون نگار حضرات کی خدمت میں مودبانہ گزارش ہے کہ الحق کے مضامین کا مسودہ کاغذ کے ایک طرف خوشخط لکھ کر بھجوائیں۔ اس سے عمدہ کتابت اور دلکش ترتیب میں بڑی مدد ملتی ہے۔
(کاتب الحق)

کہ ہم نے دارالعلوم کا وہ زمانہ دیکھا جبکہ اس کے ہتھم اور صدر مدرس مدرس سے لیکر ایک چپرہمی اور دربان تک سب اولیاء اللہ تھے۔ دارالعلوم دن بھر قال اللہ اور قال الرسول کی صداؤں سے گونجتا تھا۔ تو راست کو جگہ جگہ سے تہجد میں تلاوت قرآن اور ذکر اللہ کی دنوازی۔ صدائیں سنائی دیتی تھیں۔ اور اساتذہ جن کے سامنے زانوئے ادب تہ کرنے کی دولت حق تعالیٰ نے اس ناکارہ کو نصیب فرمائی، ان کے امتیازی اوصاف بیان کرنا تو اس ناکارہ کے بس کی بات نہیں۔ قلم جب یہاں پہنچتا ہے تو ایک طرف محبت کا داعیہ قلم کے افتاد کو خود بخود تیز کرنا چاہتا ہے۔

ابن زماں جان و امنم را تافت ست
بوسے پیرایاں یوسف یافت ست
دوسری طرف ان بزرگوں کی عظمت اور ان کے کمالات علمی و عملی کی وسعت سے اپنے دامن فکر و نظر کو تنگ پاتا ہوں۔ خصوصاً اس وقت جبکہ میرے سب قلمی جواب دے چکے ہیں۔ عمر کے آخری ایام لیٹ بیٹھ کر گزار رہا ہوں۔

ذرا غور کیجئے کہ ان حالات میں اپنے اساتذہ شیخ العرب والعجم استاذ کل حضرت مولانا محمود حسن شیخ الہند نور اللہ مرقدہ حجة الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ اور عارف باخدا حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمنؒ عالم ربانی حضرت مولانا سید اصغر حسین میاں صاحب شیخ الاسلام حضرت